© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اشارات

کسے خبر تھی کہ اس خطۂ پاک کے معرضِ وجود میں آنے کے ساتھ ہی یہاں کی اجتماعی زندگی میں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو جائے گا۔ اصول پرستی کی جگہ مفاد پرستی، ایثار کی جگہ خودغرضی، اتفاق و اتحاد کی جگہ تشتت و افتراق، دُور اندیشی کی جگہ کوتاہ بینی اور فہم و فراست کی جگہ سطحی جذباتیت لے لیگی۔ پھر یہ ملک رنگ نسل اور زبان کی جن غیر اسلامی عصبیتوں کو مٹانے کے لیے قائم کیا گیا تھا وہ ختم ہونے کی بجائے پوری شدت اور قوت کے ساتھ سر اٹھائیں گی اور اسلام کا وہ مقدس اور پاکیزہ رشتہ جس نے اس قوم کے مائل بہ انتشار اجزا کو باہم جوڑ کر اسے منظم قافلہ کی صورت دی تھی وہ آہستہ آہستہ کمزور پڑتا چلا جائے گا۔ اور اس کے اضمحلال کی وجہ سے ملت پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گی۔

آپ پاکستان کے حالات کا اگر گہرائی میں اُتر کر مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس ملک میں سوائے برق و بخارات کے چند مظاہر کے جو زیادہ تر غیر ملکی سرمایہ کی کرشمہ سازیاں ہیں، زندگی کے کسی شعبہ میں کوئی ترقی نہیں ہوئی بلکہ ہر اعتبار سے انحطاط ہوا ہے خصوصاً حیاتِ انسانی کا وہ شعبہ جسے انسانیت سازی کہا جاتا ہے اور جس سے نوعِ بشری کو روحانی اور فکری غذا میسر آتی ہے وہ تو بالکل برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں کے فکر و نظر کے زاویوں میں انتشار اور اُن کے قلب و نگاہ میں بڑی تیزی کے ساتھ فساد پیدا ہو رہا ہے۔ اور اس طرح اُن کی مادی ترقی بھی اُن کے لیے مفید اور کارآمد ہونے کی بجائے اُن پر عذاب بن کر مسلط ہو رہی ہے۔ صنعتی نظام کی کونسی برائی ہے جو اس خطۂ پاک میں پرورش نہیں پا رہی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملک کی بیشتر پیداوار پر ایک نہایت ہی قلیل سا طبقہ دادِ عیش دینے میں مصروف ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر جنسی انارکی کا ایک طوفان اٹھ رہا ہے۔ بے پردگی، بے حیائی اور فحاشی کا سیلاب عفت و عصمت کے مضبوط سے مضبوط قلعوں کے ساتھ ٹکرا ٹکرا کر انہیں مسمار کرنے کے درپے نظر آتا ہے۔ پھر مختلف طبقات کے درمیان محبت اور مودّت کے رشتے ختم ہو رہے ہیں اور ان کی بجائے تلخی، بے اعتمادی اور عناد اجتماعی زندگی کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔

کسی قوم کے اندر اس نوعیت کے تباہ کن رجحانات کا پیدا ہو جانا کوئی نیک فال نہیں ہوتا۔ یہ ترقی کی علامت نہیں بلکہ تنزل اور بربادی کا پیغام ہیں، یہ اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ ہے کہ قوم کے اندر تعمیری صلاحیتوں کے سارے چشمے سوکھ گئے ہیں اور اب تخریب کا زہر اس کے رگ و پے میں سرایت کر رہا ہے۔

یہ رجحانات بھی اپنے اندر تشویش کا کافی سامان رکھتے ہیں اور کوئی زندہ قوم ان سے صرف نظر نہیں کر سکتی۔ لیکن ہمارے نزدیک ان سے کہیں زیادہ تشویشناک چیز قنوطیت کی وہ خوفناک لہر ہے جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور جس کی وجہ سے قوم کے عزائم ٹھٹھر کر رہ گئے ہیں اور اس کے احساسات کے اندر افسوسناک حد تک اضمحلال پیدا ہو چکا ہے۔ جس قوم کی آرزوؤں اور امنگوں پر مُردنی چھا جائے اور جس کی تمناؤں کے گلستان افسردگی کی وجہ سے اجڑنے لگیں، اس کے متعلق یہ سوچنا کہ اس پر بہار آ چکی ہے ایک ایسی خوش فہمی ہے جس کے ڈانڈے حماقت اور بیوقوفی سے جا ملتے ہیں۔

یہاں انسان کے ذہن میں بالکل فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انحطاط کا یہ سلسلہ بالکل غیر متوقع طور پر، محض بخت و اتفاق کی وجہ سے شروع ہو گیا ہے یا اس کے کچھ ایسے اسباب ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن میں ہماری غلط روی کا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنّت ہے کہ اُس نے آج تک کسی قوم کو ہلاکت اور بربادی سے دوچار نہیں کیا جس نے خود آگے بڑھ کر بربادی کے اس انجام کو پہنچنے کے سبب حماقتوں پر حماقتیں نہیں کیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ جو ملک اتنی مقدس آرزوؤں اور پاکیزہ ارادوں کے ساتھ حاصل کیا گیا تھا وہ پندرہ سال گزرنے کے بعد آج ہر قسم کے فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن گیا ہے اور یہاں نیکی اور بھلائی کی تخم ریزی ہونے کی بجائے منکرات کی جھاڑ جھنکار بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اس تشویشناک صورتِ حال کو بدلنے کے لیے یہ بےحد ضروری ہے کہ سب سے پہلے اُن اسباب کا کھوج لگایا جائے جنہوں نے ہماری اجتماعی زندگی میں ان فتنوں کو جنم دیا ہے۔ جب تک فساد کے اصل مرکز کی نشاندہی نہ کی جائے اس کے تدارک کی کوئی تدبیر بھی کارگر نہیں ہوسکتی۔

ہمارے نزدیک اس ساری خرابی کی اصل جڑ ہمارے اصحابِ اقتدار کا وہ منافقانہ رویہ ہے جو انہوں نے اسلام کے بارے میں پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے ساتھ ہی اختیار کیا اور جس میں آج تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

پوری دنیا اس حقیقت پر گواہ ہے کہ تحریکِ پاکستان کا اصل محرّک نظامِ اسلامی کے احیاء کا نصب العین تھا۔ اسی کی کشش نے جمود زدہ مسلمانوں کے خون کو گرم اور اُن کے مضمحل ارادوں کو جوان کیا اور انہوں نے اس مقدس مقصد کے حصول کے لیے جان و مال کے زبردست زیاں اور عزت و آبرو کے ناقابلِ بیان نقصان سے یکسر بے پروا ہو کر اپنی قسمت کو اس جدوجہد میں جھونک دیا۔ انہیں اس نصب العین کے حاصل کرنے میں جس قسم کے شدائد اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا وہ ان سے بے خبر نہ تھے۔ خواب و خیال کی دنیا میں رہنے والے "رہبرانِ ملّت" جو چاہیں کہتے رہیں، لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ مسلمانوں کی عام آبادی ان سارے خطرات سے پوری طرح آگاہ تھی جو اس کشمکش کے نتیجے میں پیش آنے والے تھے۔ لیکن انہوں نے ان ساری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بربادیوں کو خود آگے بڑھ کر اس بنا پر دعوت دی کہ چلیے آج ہم اگر بالکل برباد بھی ہوجائیں تو کچھ پروا نہیں لیکن ہماری ان قربانیوں سے ایک ایسا خطہ تو معرضِ وجود میں آجائے گا جہاں نظامِ اسلامی کا سدابہار نخل بارآور ہوگا اور اس کے میٹھے اور صحت مند ثمرات سے نہ صرف ہماری آئندہ نسلیں بلکہ پوری انسانیت فائدہ اٹھائے گی۔ ہمیں اُن حضرات کی سادگی پر بڑی حیرت ہوتی ہے جو پاکستان کو محض ایک شخص کے "منطقی استدلال" کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی تعمیر میں اُس آزمودہ کار جرنیل کے حسنِ تدبر کا بھی کافی عمل دخل ہے۔ لیکن ہمیں اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ اس میں لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کی ہڈیوں اور خون نے اینٹوں اور گارے کا کام دیا ہے۔ اس فدائیت اور جاں نثاری میں ان کے پیشِ نظر کوئی دنیاوی مقصد نہ تھا بلکہ انہوں نے یہ سب کچھ صرف اس لیے کیا کہ کسی طرح اس دنیا میں وہ روشن دورِ تہذیب لوٹ آئے جس میں اُن کی دینی تمناؤں اور آرزوؤں کی تکمیل ہوسکے اور جس کے اندر زخموں سے چُور انسانیت پناہ لیکر آرام اور سکون حاصل کرے۔

محض مذہب کی بنیاد پر ایک الگ خطّے کا مطالبہ اہلِ دنیا اور خصوصاً مغربی اقوام کے لیے بڑا حیرت انگیز تھا۔ وہ حیرت اور استعجاب کے ملے جُلے جذبات کے ساتھ یہ استفسار کرتے تھے کہ آخر ہندوستان میں بہت سی دوسری قومیں بھی تو آباد ہیں، وہ اگر متحدہ ہندوستان میں اپنی تہذیب و تمدن کے لیے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتیں تو مسلمان کیوں ہراساں اور پریشان ہوتے ہیں۔ ان کے لیے یہ بات کیونکر ناممکن ہے کہ وہ دوسری اقلیتوں کی طرح اپنے مذہبی عقائد پر قائم رہتے ہوئے اور اپنی رسوم و عبادات اور معاشرتی خصوصیات کو برقرار رکھتے ہوئے . . . .
. . . . امورِ مملکت کے انصرام اور نظمِ اجتماعی کی تشکیل میں ہندوؤں سے پورا پورا اشتراکِ عمل کریں۔ اس قسم کے استفسارات کا ایک ہی جواب دیا جاتا کہ "ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ اپنی مذہبی زندگی اور اجتماعی زندگی کے درمیان کوئی حدِ فاصل نہیں قائم کرسکتے۔ کیونکہ مذہب ہی اُن کی اجتماعی زندگی کا مبداء اور اس کی اساس ہے۔ اُن کی تہذیب میں مذہب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف ایک عنصر کی حیثیت سے شامل نہیں بلکہ وہی اس تہذیب کا مدارِ اعلیٰ اور جوہرِ حیات ہے۔ اس لیے وہ مذہب کو اپنی اجتماعی اور سیاسی زندگی سے خارج کر کے اپنی تہذیب کو باقی نہیں رکھ سکتے۔ ان کے لیے یہ ناممکن ہے کہ سیاسی، مملکتی اور تمدنی اُمور میں مذہبی اندازِ فکر اور مذہبی طرزِ خیال سے ہٹ کر کسی دوسرے طریقِ فکر کے مطابق کام کریں یا حیاتِ اجتماعی کی کوئی ایسی ہیئت گوارا کر لیں جو اُن کے مذہبی احساسات و تخیلات سے مغائر ہو۔

یہ تھا وہ ٹھوس استدلال جس پر پاکستان کی جنگ لڑی گئی اور جس کی معقولیت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس قوم کو ایک الگ خطۂ ارضی دے دیا جائے تاکہ وہ اس کے اندر آزادی کے ساتھ اس نظام کو نافذ کر سکے جسے وہ نہ صرف دنیوی فلاح و کامرانی بلکہ اخروی نجات کا ذریعہ بھی سمجھتی ہے۔

پھر پوری ملت نے اس معاملے میں جس جوش و خروش، جس ولولے اور جس اتفاق و اتحاد کا ثبوت دیا اُسے دیکھ کر بھی غیر مسلم اقوام کو اس استدلال کی صحت کا یقین کرنا پڑا اور وہ یہ چیز باور کرنے پر مجبور ہوئیں کہ مسلم قوم کا یہ مطالبہ اُس کا بالکل فطری مطالبہ ہے جس میں کوئی دنیاوی خواہش اور مادی منفعت شامل نہیں اور وہ جیتے جی اس سے کبھی دستبردار ہونے پر آمادہ نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ سارا ہنگامہ محض چند مناصب کی تقسیم یا چند کرسیوں کے بٹوارے، یا بدیشی صاحب بہادروں کی حکمرانی کی بجائے دیسی حکمرانوں کی کبریائی اور ٹھاٹھ کا ہوتا تو اس میں کم از کم وہ مسلمان کبھی شریک نہ ہوتے جنہیں ہندو سامراج کے تحت لازمی طور پر رہنا تھا۔ لیکن مسلمانوں کی نظامِ اسلامی کے ساتھ وابستگی اور اس کے لیے ایثار اور قربانی کی اس سے زیادہ واضح مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو علاقے کبھی خواب و خیال میں بھی پاکستان کا جزو نہ بن سکتے تھے اُن سے تعلق رکھنے والے اسلام کے شیدائیوں نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہ چیز اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ مطالبۂ پاکستان کے پیچھے کوئی دنیاوی غرض کارفرما نہ تھی۔ بلکہ یہ مسلمانوں کا خالصۃً دینی مطالبہ تھا جس کے تحت انہوں نے سب کچھ قربان کرنا گوارا کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ تھا ملت کا اخلاص اور ایثار، لیکن جس وقت پاکستان معرضِ وجود میں آیا، یہاں کے برسرِ اقتدار طبقے نے اس امت کے پاکیزہ احساسات اور مقدس جذبات کے ساتھ ایک ایسا شرمناک کھیل کھیلنا شروع کیا جسے بدعہدی کی ایک نہایت ہی المناک داستان کہا جا سکتا ہے اور جس کی نظیر شاید پوری تاریخ انسانی میں بالکل ناپید ہو۔ کسی قوم کے ساتھ اس سے بڑی بے وفائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس آئیڈیالوجی کی محبت میں اسے سرگرمِ عمل کیا جائے اور جس کی خاطر اسے آگ اور خون کے سمندر میں جھونک دیا جائے۔ وہ قوم جب شدائد اور مصائب کے صبر آزما مراحل سے گزر کر ساحلِ مراد پر پہنچے تو عین اسی وقت اُس آئیڈیالوجی کو ہی مشتبہ بنانے کی ناپاک کوشش کی جانے لگے۔ یہ ایک ایسا وحشتناک المیہ ہے جس سے شاید ہی دنیا کی کوئی بدنصیب قوم دوچار ہوئی ہو۔

پاکستان کا مطالبہ صرف اسلام کی بنیاد پر اٹھایا گیا اور مسلمانوں کو کہا گیا کہ ہم یہ ملک اس لیے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ اسے اسلام کی تجربہ گاہ بنائیں۔ یہاں ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کریں جو اسلام کی اجتماعی زندگی کا مظہر ہو۔ جس میں اسلامی جمہوریت کے پاکیزہ اصول کارفرما ہوں، جس کی معیشت اسلام کے پیش کردہ تصورِ عدل و انصاف کی زندہ تصویر ہو، جس میں لوگوں کی خانگی زندگی انفرادی کشاکش اور غم و غصہ سے پاک ہو، پڑوسی اپنے پڑوسی سے بےخوف، اور حسین سے حسین اور نوجوان سے نوجوان خاتون معاشرے کے اندر بالکل محفوظ و مامون زندگی بسر کر سکے۔ جس کے اندر انسان کی کبریائی بالکل ختم ہو کر رہ جائے اور اُس کی جگہ خالقِ کائنات کی بلاشرکتِ غیرے حاکمیت قائم ہو۔ جس میں انسانوں کے درمیان شریف و کمین، اور رنگ و نسل کے سارے مصنوعی امتیازات مٹ جائیں اور حسب و نسب کی بڑائی کی جگہ نیکی اور شرافتِ انسانی برتری کا واحد معیار قرار پائے۔

لیکن اسے اس قوم کی بدنصیبی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ توقعات کے یہ خواب، اور امیدوں کے یہ خاکے قلب و نگاہ کو پوری طرح نشاط و آسودگی بھی نہ بخشنے پائے تھے کہ آئیڈیالوجی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے متعلق ہی مختلف قسم کے شکوک و شبہات پھیلائے جانے لگے۔ کبھی یہ کہا جاتا کہ اسلام نے اجتماعی زندگی کا کوئی متعین ڈھانچہ دیا ہی نہیں یہ تو محض خالق و مخلوق کے درمیان ایک پرائیویٹ رشتہ ہے، اس لیے اسلام کو اجتماعی معاملات میں دخیل کرنا بڑا خطرناک ہے۔ کبھی یہ شوشہ چھوڑا جاتا کہ اگر ہم نے اس ملک کو اسلامی ریاست بنا دیا تو ہندوستان کو وہاں کا حکمران طبقہ ہندو سٹیٹ میں تبدیل کر دیگا اور اس سے وہاں کی مسلم آبادی کو سخت اذیت پہنچے گی۔ کبھی یہ خدشہ ظاہر کیا جاتا کہ اگر ہم اسلام کے قانونِ جرم و سزا کو یہاں جاری کر دیں تو لوگوں کے ہاتھ پاؤں کٹنے لگیں گے اور پھر ہیں مہذب دنیا کیا کہے گی۔ کبھی لوگوں کے ذہن میں اس باطل خیال کی آبیاری کرنے کی کوشش کی گئی کہ اسلام کے علمبرداروں کے درمیان اختلافات کی ایک وسیع خلیج حائل ہے، وہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں اس طرح منقسم ہیں کہ ان کے درمیان اتحاد و اتفاق کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی اگر ہم ایک فرقے کے اسلام کو یہاں نافذ کریں تو دوسرے فرقے علمِ بغاوت بلند کر دیں گے۔ اس طرح ملک کا بقا ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ کبھی غیر مسلم اقلیتوں کا درد لاحق ہوتا اور یہ خطرہ ظاہر کیا جاتا کہ یہاں ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی بھی آباد ہے جو اسلام پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر اسلام کو ریاست کا مذہب بنا دیا جائے تو پھر ان کا کیا بنے گا اور وہ ہمارے اس اقدام کو کس نگاہ سے دیکھیں گے۔ الغرض یہ اور اسی نوعیت کے بیسیوں موہوم خدشات گھڑ گھڑ کر لوگوں کے اندر پھیلائے جانے لگے تاکہ کسی طرح اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کو روکا جا سکے۔

عوام کے لیے برسرِ اقتدار طبقوں کا یہ طرزِ عمل بڑا عجیب اور مایوس کن تھا۔ وہ حیرت اور یاس کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہتے کہ آخر یہ خطرات جن کا آج ذکر کیا جا رہا ہے یہ اُس وقت بھی تو صاف نظر آ رہے تھے جب انہیں تحریکِ پاکستان کے لیے سرگرمِ عمل کیا جا رہا تھا۔ اُس وقت اگر انہیں صاف طور پر یہ بتا دیا جاتا کہ پاکستان میں اسلامی نظام قائم نہیں کیا جائے گا تو مسلمان ہرگز یہ مصائب نہ جھیلتے جو انہیں قیامِ پاکستان کے وقت جھیلنے پڑے ہیں۔ اگر اس ملک کو ایک سیکولر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسٹیٹ ہی بنانا مقصود تھا تو پھر متحدہ ہندوستان کے نظریہ کو کیوں نہ قبول کر لیا گیا۔ آج جو کام لاکھوں انسانوں کی جان لے کر، کروڑوں روپے ضائع کر کے اور لاکھوں عفت مآب بہو بیٹیوں کی عزت و آبرو لٹا کر کیا جا رہا ہے وہ ادنیٰ سے نقصان کے بغیر ہی سر انجام دیا جا سکتا تھا۔ یہ ملک اس لیے تو حاصل نہیں کیا گیا کہ چند فرنگی آقاؤں کی جگہ دیسی آقا یہاں اپنی فرمانروائی اور کبریائی کے ٹھاٹھ قائم کریں۔ اگر مسلمان عوام کو اس انجام کا علم ہوتا تو وہ کبھی بھی یہ عظیم قربانیاں دینے پر آمادہ نہ ہوتے جو انہوں نے تحریکِ پاکستان کے لیے دی ہیں۔

پاکستان کے مسلمان اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ اسلامی نظام کے قیام سے آج انحراف کی جو راہیں نکالی جا رہی ہیں وہ درحقیقت کسی اخلاص اور وطن دوستی کا نتیجہ نہیں بلکہ حکمران طبقے کی ذہنی مرعوبیت کا مظہر ہیں۔ خدا بھلا کرے اسلامی نظام کے داعیوں کا کہ انہوں نے گزشتہ پندرہ برسوں میں اُن سارے خدشات کا پردہ چاک کر دیا جو اسلامی نظام کے بارے میں وقتاً فوقتاً پیش کیے جاتے تھے اور مسکت دلائل سے اس حقیقت کو ثابت کر دیا کہ نہ صرف اہل پاکستان کی بلکہ پوری نوعِ بشری کی فلاح و کامرانی کا راز اسی نظام کے قیام میں مضمر ہے اور اگر اس خطہ پاک میں اس نظام کو پوری نیک نیتی کے ساتھ نافذ کر دیا جائے تو اس سے نہ صرف یہ ملک ایک طاقتور اور مضبوط مملکت بنے گا بلکہ اسے دنیائے اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں سیادت کا منصب بھی حاصل ہو گا۔ لیکن اس کے لیے یہ چیز انتہائی ضروری ہے کہ یہاں کا حکمران طبقہ جس کے ہاتھ میں ملک کے ذرائع و وسائل اور عنانِ اقتدار ہے وہ دین کے معاملے میں اس غیر سنجیدہ طرزِ عمل کو یکسر ترک کر کے اس کی طرف پورے اخلاص سے متوجہ ہو۔ اسے پوری دلسوزی کے ساتھ اپنانے کی کوشش کرے اور اس کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنے کی بجائے اسے صحیح معنوں میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا واحد رہنما بنائے۔ وہ جب تک اسے پوری یکسوئی کے ساتھ اپنانے کا عزم بالجزم نہیں کرتا صرف اس کے ساتھ زبانی اشتغال سے یہ ملک تحریکِ اسلامی کا مولد و مسکن نہیں بن سکتا اور اس میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ نور نہیں پھوٹ سکتا جس کی ضیا پاشیوں سے نہ صرف ہمارے قلب و دماغ منور ہوں بلکہ جو دوسری قوموں کے لیے بھی ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ بن سکے۔

برسرِ اقتدار طبقہ کی اسلام سے فرار کی اصل وجہ وہ فرنگی ذہنیت ہے جو مغربی نظام تعلیم و تربیت کی وجہ سے اُس کے اندر پیدا ہو چکی ہے۔ یہ طبقہ اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کے بعد اُسے اپنے فکر و نظر کے زاویوں میں، اپنے احساسات و جذبات میں، عادات و اطوار میں، اکل و شرب اور رہن سہن کے طور طریقوں میں بہت کچھ تبدیلیاں کرنی پڑیں گی۔ پھر اسے بہت سی ایسی لذتوں سے دستکش ہونا پڑے گا جن کا مغربی تہذیب نے اُسے رسیا بنا دیا ہے۔ یہ طبقہ اپنی کسی نفسانی خواہش پر کسی قسم کی کوئی پابندی عائد کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ البتہ اس بات کا ضرور متمنی ہے کہ اسلام کے اندر اُس کے ذوق اور مزاج کے مطابق بعض ایسی تبدیلیاں پیدا کر دی جائیں جن کی وجہ سے اُسے نفس کی کسی لذت سے دستبردار بھی نہ ہونا پڑے اور اُس کی قیادت کو بھی کسی طرح کا کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ یہی وہ اصل بنیاد ہے جس کی وجہ سے وہ اسلام کے متعلق مختلف قسم کی غلط فہمیاں پھیلاتا رہتا ہے۔

ہم یہ بات کسی جذباتیت کی بنا پر نہیں بلکہ حقیقت نفس الامری کی بنا پر علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ جس طرح اسلام اس ملک کے قیام کا واحد محرک ثابت ہوا بالکل اسی طرح اس ملک کی فلاح و کامرانی بلکہ اس کی بقا اسلام اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ یہ دین اس خطۂ پاک کے رہنے والوں کے لیے کوئی قصۂ پارینہ یا ماضی کی یادگار نہیں بلکہ ایک انقلاب انگیز تحریک، ایک حیرت انگیز قوتِ فکر و عمل اور ایک بیش قیمت سرمایۂ حیات ہے۔ جو لوگ اس ملک میں دین حق کو لیکر آئے اُن میں سے بیشتر سیرت و کردار کے اعتبار سے اُن خوش نصیب حضرات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی طرح تو نہ تھے جنہوں نے حضور سرورِ کائنات ؐ اور اُن کے جلیل القدر رفقاءِ کار ؓ کی صحبت پائی تھی لیکن اپنی ساری کوتاہیوں کے باوجود انہوں نے اس ملک کے باشندوں کو اخلاقی اور دینی اعتبار سے بہت کچھ سکھایا۔ اُن کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور وہ کفر و شرک کی ضلالتوں سے نکل کر نورِ ہدایت سے بہرہ در ہوئے۔ وہ پیشانیاں جو ہر وقت غیر اللہ کے سامنے جھکنے کے لیے مضطرب رہا کرتی تھیں انہوں نے خدائے واحد کی بارگاہ میں جھکنا شروع کیا۔ ملک کی غیر مسلم آبادی جس نے اسلام کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری قبول کرنے سے اعراض کیا وہ بھی اس کے حیات آفریں پیغام سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس کے مذہبی عقائد میں صدیوں سے جو جمود پیدا ہو چکا تھا وہ آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگا۔ اور اُس کی معاشرتی زندگی جو ذات پات کے بے رحم بندھنوں کی وجہ سے اس کے لیے عذاب بنی ہوئی تھی اُس میں بھی ایک خوشگوار تبدیلی پیدا ہونا شروع ہوئی۔ اہلِ ہند پر اسلام کے کتنے احسانات ہیں، یہ ایک لمبی اور طویل داستان ہے جس کا بیان اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ یہاں ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس ملک میں مسلمان تو درکنار غیر مسلموں نے بھی دینِ حق کی ضیا پاشیوں سے اپنے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے بہت سے گوشے منور کیے ہیں اور اُن کی حیات کا کوئی حصہ اور قلب و دماغ کا کوئی ریشہ نہیں جس پر اسلام کی گہری چھاپ موجود نہ ہو۔ اس ضمن میں اگر تفصیل درکار ہو تو ڈاکٹر تارا چند کی کتاب "ہندوستانی تہذیب پر اسلام کے اثرات" ملاحظہ فرمائیں۔ فاضل مصنف نے بڑی دیدہ دری سے ہندوستان کے تمدن پر دینِ حق کے گہرے اثرات کا جائزہ لیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ہندوؤں کے ہاں آج جو فکری بیداری پائی جاتی ہے اُس میں اسلام کا حصہ بڑا نمایاں ہے۔ وہ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اسلام ہندوستان کی سرزمین میں دین کے نہایت سادہ سے اصول لیکر آیا۔ اُس نے عقائد کا جو نظام پیش کیا وہ بڑا واضح اور متعین تھا اور اس کی معاشرتی تنظیم جمہوری بنیادوں پر استوار تھی۔ اس نے اس ملک پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نویں صدی کے ربعِ اول کے اختتام سے پہلے مالابار کا آخری تاجدار اسلام قبول کر چکا تھا۔۔۔ (دہمبر ۲۳ء)

باقی رہے مسلمان قرآن کے لیے یہ دین تو ہمیشہ قوت وطاقت کا واحد منبع و مخزن رہا ہے یہ اسی دین کا اعجاز تھا کہ دنیا کی ایک پس ماندہ قوم عرب کے ایک گمنام گوشے سے یکایک اٹھ کر کرہ ارضی کے ایک عظیم حصے پر چھا گئی - اور انسانوں کا یہ گروہ جو تہذیب وتمدن کے ابتدائی اصولوں تک سے ناآشنا تھا وہ پوری انسانیت کا ہادی اور رہنما بن گیا - دوسری اقوام نے اس سے پاکیزہ سیاست سیکھی، اس کی معاشی زندگی کو دیکھ کر انہوں نے اپنی معیشت میں عدل وانصاف پیدا کرنے کی کوشش کی، اس کی معاشرت کی پیروی میں اپنی معاشرتی زندگی کو تبدیل کیا - الغرض مسلمانوں کو دنیا میں جو کچھ بھی برتری نصیب ہوئی وہ صرف اسی دینِ حق کے صدقے میں تھی پھر انہوں نے علمی اور فکری میدان میں بھی اپنی جو دھاک قائم کی وہ بھی اسی اسلام کی بدولت تھی - اسی کی رہنمائی میں انہوں نے عقل کو اس کی صحیح حدود سے آشنا کر کے اسے چار چاند لگائے، تہذیب کے گیسو سنوارے اور تمدن کو کمال تک پہنچایا - آج جب بھی مسلمانوں کے دورِ اقبال مندی کا ذکر چھڑتا ہے تو بات پھر پھر کر اُس "پارس" تک پہنچتی ہے جس نے اس "مسِ خام" کو زرِ خالص بنایا تھا۔

اسلام کی معاشرتی اور تہذیبی فتوحات ایک طرف رہیں، تاریخ تو اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ مسلم قوم کے حفظ و بقا کا سارا دار و مدار صرف اسلام پر ہی ہے اور یہی وہ واحد سہارا ہے جس نے اسے نہایت حوصلہ شکن اور نامساعد حالات میں نہ صرف زندہ رہنے میں مدد دی بلکہ مخالفتوں کے طوفانوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے اُس کے اندر عزم اور ارادہ پیدا کیا۔

قومیں اپنی حفاظت اور پاسبانی کے لیے اپنے گرد مختلف قسم کے حصار اٹھاتی ہیں کہیں تو یہ حصار رنگ و نسل کے امتیازات کی صورت میں تعمیر ہوتے ہیں اور کہیں جغرافیائی اور لسانی حدبندیاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ مقدس فرض سرانجام دیتی ہیں۔ پھر ان قلعوں کے اندر محفوظ رہ کر جو جذبہ انہیں سرگرم عمل کرتا ہے اُن کے اندر بڑھنے اور ترقی کرنے کے عزائم پیدا کرتا ہے اُس کا خمیر قومی اور نسلی تفاخر سے اٹھایا جاتا ہے۔

اُمتِ مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے سارے مادّی ذرائع سے بے نیاز کر رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی امت ہے جو رنگ، نسل، وطن اور زبان کے امتیازات سے یکسر ناآشنا ہے۔ اور اس کی تعمیر خالص روحانی بنیادوں پر کی گئی ہے۔ پھر قومی اور نسلی تفاخر کی بجائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مقدس جذبہ اس کے اندر زندگی کی حرارت پیدا کر کے اِسے جوشِ عمل پر ابھارتا ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں میں جو مسلمان پھیلے ہوئے ہیں ان کے حالات کو آپ فی الحال نظر انداز کر کے پاک و ہند کے مسلمانوں کا جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صرف اسلام نے ہی اس ملت کو فنا ہونے سے بچایا ہے اور اسی نے اِسے زندہ رہنے کی قوت و توانائی بخشی ہے۔

ہندوستان میں کتنی لاتعداد قومیں یکے بعد دیگرے آئیں، لیکن وہ اپنی انفرادیت برقرار نہ رکھ سکیں اور آہستہ آہستہ ہندو تہذیب میں گم ہو کر رہ گئیں۔ آج اُن کے صرف نام باقی رہ گئے ہیں مگر اُن کے وجود کا کہیں کوئی نشان تک نہیں ملتا۔ کیا انہیں زمین نگل گئی ہے یا انہیں آسمان اُچک لے گیا ہے۔ ان میں سے کوئی حادثہ بھی اُن کے ساتھ پیش نہیں آیا۔ بلکہ اُن کے مٹنے کی صرف ایک وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے مادی سہاروں کو تلاش کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جونہی یہ فانی سہارے ذرا کمزور ہوئے اسی وقت ان قوموں کے اندر بھی اضمحلال پیدا ہوا اور زمانے نے انہیں بالکل ختم کر کے رکھ دیا۔ لیکن اسلامی قافلہ کی چونکہ ساری متاع اطاعتِ الٰہی کا ایک غیر فانی جذبہ اور اعلانِ حق کا ایک لازوال عزم تھا اس لیے حفاظت و پاسبانی کے مادی ذرائع سے یکسر محروم رہ کر بھی یہ ملت زندہ رہی اور ہر قسم کی مخالفت اور مخاصمت کا پوری قوت اور جرأت مندی سے مقابلہ کرتی رہی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام چند ملاؤں کے وعظوں کا ظہور نہیں بلکہ ایک زبردست تاریخی قوت ہے جسے کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس نیم براعظم میں مسلم قوم کے اندر جب کبھی بھی فکر و عمل کی کوئی حرکت پیدا ہوئی تو اُس کے پیچھے یہی ایک چبھتا ہوا احساس ہی کارفرما تھا کہ مسلمانوں کو جو کچھ ہونا چاہیے تھا وہ اب وہ نہیں رہے ہیں۔ اسلام کے اصولوں پر ان کا معاشرہ استوار نہیں ہے اور ان کا نظامِ زندگی وہ نہیں ہے جس کا نقشہ قرآن اور سنتِ نبوی نے پیش کیا تھا۔ مسلمان کہلاتے ہوئے اسلام سے منحرف ہو کر زندگی بسر کرنا ایک ایسا نمایاں تضاد ہے جسے دُور کرنے کی انہیں جلد از جلد کوشش کرنی چاہیے۔ ان احساسات نے ہی مِل جُل کر اس ملّت کے اندر وہ بے چینی پیدا کی جس سے اسلامی انقلاب کے سوتے پھُوٹے اور یہاں دینِ حق کی سربلندی کے لیے مختلف تحریکات نے سر اٹھایا۔ بے چینی کے یہ احساسات بڑے گہرے ہیں اور ہمارے معاشرے کے ذہنی پس منظر کی واضح انداز سے عکاسی کرتے ہیں۔ ان احساسات کو نہ تو اپنوں کی ملوکیت اور جباری مٹا سکی اور نہ غیر ملکی طاقتوں کی قاہری اور سحری اسے ختم کرنے میں کامیاب ہوئی۔ ان مقدس احساسات کو ہمارے دینی پس منظر نے جنم دیا ہے اور ان کی آبیاری بڑے بڑے آئمہ و صلحاء نے اپنی قربانیوں سے کی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی شاید ہی کوئی جد و جہد ایسی ہوگی جس کے اندر یہ احساسات دل بن کر نہ دھڑکے ہونگے۔ مجدد الف ثانی کی افتدار شکن فکر، شاہ ولی اللہ اور اُن کے عظیم الشان خاندان کی دینی سرگرمیاں، شاہ اسماعیل شہید اور ان کے جان نثار رفقاء کار کی شہادت سب انہی "پاکیزہ احساسات" کے مختلف مظاہر ہیں۔ اور تو اور خود تحریکِ پاکستان کی گرماگرمی انہی جذبات کی وجہ سے تھی اور اسلامی نظام کی پکار ہی میں وہ کشش تھی جس نے جمود زدہ مسلمانوں کے خون کو گرم اور ارادوں کو جوان کر دیا اور انہیں ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا۔

جس دین کے ساتھ ایک قوم کا رشتہ اتنا گہرا اور مضبوط ہو اور جس کی جڑیں اُس کی زندگی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گہرائیوں میں اتر چکی ہوں۔ کیا کبھی یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ قوم محض ایک مختصر سے طبقے کی خواہش کے احترام میں قوت و طاقت کے اس اتھاہ خزانے سے دست کش ہو جائے۔

ملت کا ایک ایک فرد اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہے کہ پاکستان نہ تو کوئی جغرافیائی وحدت ہے اور نہ ہی لسانی اور نسلی وحدت۔ یہ ایک ایسا ملک ہے جس کے دونوں بازوؤں کے درمیان ایک ہزار میل سے زیادہ فاصلہ حائل ہے۔ یہاں مختلف نسلیں آباد ہیں اور لوگ متعدد زبانیں بولتے ہیں سوائے اسلام کے ایک مضبوط رشتہ کے ان کے درمیان کوئی ایسا رشتہ موجود نہیں جو ان کے مائل بہ انتشار اجزاء کو جوڑ کر انہیں ایک ملت بنا سکے۔

پھر یہاں کے لوگوں کی عظیم اکثریت اپنے تاریخی پس منظر میں اسلامی روایات کے علاوہ کوئی دوسری روایات نہیں رکھتی جن کے لیے اُس کے دل میں عزت و احترام کے جذبات پیدا کیے جا سکیں اور اس طرح اسے اسلامی تہذیب و تمدن کی بجائے کسی دوسری تہذیب کا علمبردار بنا کر دنیا میں زندہ رکھا جا سکے۔ کیا کسی شخص کی عقل کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی یہ باور کر سکتی ہے کہ پاکستان کو اسلامی تمدن کا مولد و مسکن بنانے کی بجائے یہاں کا برسر اقتدار طبقہ اسے قدیم ہندو تہذیب، یا مغربی تہذیب کا پرستار بنانے میں کامیاب ہو سکے گا جس ملک کی بنیاد ہی غیر اسلامی اقدار حیات سے بغاوت پر رکھی گئی ہو اور جس کے حصول کا واحد مقصد اسلام کے روشن دورِ تہذیب کا احیاء ہو، اور اسی ایک مقصد کی خاطر دنیا کا ہر نقصان برداشت کیا گیا ہو، اسے برباد تو کیا جا سکتا ہے لیکن اسے کبھی کفر و الحاد کی کمین گاہ نہیں بنایا جا سکتا۔ آخر یہ کس طرح ممکن ہے کہ پوری قوم اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کو، اپنے عزائم اور ارادوں کو محض ایک مختصر سے طبقے کی خواہش پر قربان کر دے اور اپنے اس وعدے کی تکذیب کرنے پر آمادہ ہو جائے جو اس نے خالق و مخلوق کے ساتھ پوری کائنات کو گواہ بنا کر کیا تھا۔ ملت پر بلاشبہ انحطاط طاری ہو چکا ہے لیکن وہ ابھی تک پاگل نہیں ہوئی کہ اس قسم کی حماقتیں کرنے لگے۔ جو لوگ ملت کے بارے میں اس قسم کے نظریات رکھتے ہیں انہیں اپنے جائزے کی غلطی کا کافی حد تک اندازہ ہو چکا ہوگا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو لوگ اسلامی نظام کے قیام کی تحریک کو ملاؤں کی تحریک سمجھ کر اسے اڑانے کی، یا اسے ہوائی چیز سمجھ کر نظر انداز کرنے کی حماقت کرتے ہیں، وہ ملک و ملت کے کبھی بھی خواہ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایک ایسی تاریخی قوت سے متصادم ہو رہے ہیں جو اس قوم کی طاقت کا اصل سرچشمہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ کچھ دیر پولیس اور فوج کی مدد سے اس نظام کا راستہ روکنے میں بظاہر کامیاب ہو جائیں لیکن انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قوم کی دلی آرزوؤں اور تمناؤں کو کبھی مستقل طور پر کچلا نہیں جا سکتا۔ انہیں جتنی شدت سے دبانے کی کوشش کی جائیگی اتنی ہی ان کے اندر قوت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ ان حضرات کو آنکھیں کھول کر حالات کا جائزہ لینا چاہیے اور تاریخ کے اوراق الٹ کر ان لوگوں کا انجام معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جنہوں نے ماضی میں اسی قسم کی احمقانہ حرکات کی ہیں۔ ذرا جانیے اور اپنے ملک کے بادشاہ "اکبر" کے کارناموں پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈال لیجیے۔ آپ پر حقیقت خود بخود منکشف ہو جائے گی۔

یہ سطور ابھی سپرد قلم کی جا رہی تھیں کہ ہماری نگاہ مغربی پاکستان کی وزیر تعلیم بیگم محمودہ سلیم کے اُس بیان پر پڑی جو انہوں نے حال ہی میں تعلیمی اداروں کی ثقافتی سرگرمیوں کے متعلق ایک اخباری نمائندہ کو دیا ہے۔ یہ بیان انتہائی افسوسناک ہے۔ اور برسر اقتدار طبقے کے ذہنی بگاڑ کی ہر اعتبار سے ترجمانی کرتا ہے۔ اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس ملک کی زمام کار جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے اُن کا یہاں کے باشندوں سے سوائے رنگ و نسل کے اشتراک کے اور کوئی رشتہ نہیں۔ اسی لیے وہ ان کے احساسات و جذبات کو سمجھنے سے یکسر قاصر ہیں

اس بیان کا پس منظر یہ ہے کہ اس ملک کی عظیم اکثریت برسوں سے اُن "ثقافتی سرگرمیوں" کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہی ہے جنہیں ایک مگے بندھے منصوبے کے تحت سکولوں اور کالجوں میں پھیلایا جا رہا ہے۔ یہ ثقافتی سرگرمیاں درحقیقت فحاشی اور بے حیائی کو پروان چڑھانے میں براہ راست ممد اور معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اور ان کی وجہ سے نوجوان بچوں اور بچیوں کے

© rasailojaraid.com